تفہیم القرآن (مولانا ابوالاعلی مودودی) اور تبیان القرآن (علامہ غلام رسول سعیدی) کا تقابلی مطالعہ

A comparative review of Tafheem Al-Qur'an (Maulana Abul Ali Maududi) and Tabiyan Al-Qur'an (Allama Ghulam Rasool Saeedi)

Dr. Muhammad Abubakar Siddique
Research Associate, Islamic Research Index, AIOU Islamabad
Email: muhammad.abubakar@aiou.edu.pk
ORCid: https://orcid.org/0000-0003-3160-5697

ABSTRACT
This article provides a comparative review of two renowned exegeses of the Holy Qur'an, namely Tafheem Al-Qur'an by Maulana Abul Ali Maududi and Tabiyan Al-Qur'an by Allama Ghulam Rasool Saeedi. The review analyzes and evaluates the similarities and differences between the two exegeses, including their approach, methodology, language, and content. The article highlights the significance of these works in shaping contemporary Islamic scholarship and their contributions to the interpretation of the Qur'an. The review also critically assesses the strengths and weaknesses of each exegesis, providing insights into their respective merits and demerits. Overall, this comparative review aims to provide a comprehensive analysis of the two exegeses and their impact on the understanding of the Holy Qur'an in the contemporary Islamic world.
Keywords: Tafheem Al-Qur'an, Tabiyan Al-Qur'an, exegesis, Islamic scholarship, interpretation, Maulana Abul Ali Maududi, Allama Ghulam Rasool Saeedi

تفہیم القرآن مولانا سید ابوالاعلی مودودی اور تبیان القرآن علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی قلم سے لکھی گئی وہ تفاسیر ہیں جن کی اہمیت اہل علم کے ہاں مسلم ہے اور ایک زمانہ ان سے فیض یاب ہو رہا ہے۔ دونوں کا اصحاب کا اپنا اپنا حلقہ فکر ہے اور دونوں تفسیریں اپنے اپنے حلقہ فکر میں استنادی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس مضمون میں ان دونوں کا تقابلی جائزہ لیا جارہا ہے۔

مقدمہ

علامہ غلام رسول سعیدی نے تفسیر کے آغاز میں "حدیث دل" کے عنوان سے پیش لفظ لکھا ہے جس میں انہوں نے اس تفسیر کے لکھنے کے اسباب اور اور اس کی خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے۔ تدلیس نہ کرنے، اختلافی

مسائل میں دیگر علماء کے خلاف طعن و تشنیع سے احتراز کرنے اور قدیم و جدید تفاسیر سے استفادہ کرنے جیسے امور پر روشنی ڈالی ہے۔ ترجمے میں اپنے پیش رو علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ کے ترجمہ "البیان" سے استفادہ کرنے کا بھی اظہار کیا ہے۔

پیش لفظ کے بعد ایک طویل مقدمہ لکھا ہے جس میں ائمہ کرام کے حوالوں کی روشنی میں وحی کی لغوی اصطلاحی حقیقت، اقسام، ضرورت و اہمیت پر تفصیل سے لکھا ہے۔ قرآن مجید کا تعارف، اسماء، سیکھنے کے فضائل اور احکام و مسائل کے ساتھ قرآن کرم کا اعجاز اور نسخ اور اس کی صورتوں کو مفصل بیان کیا ہے۔ اسی دوران نسخ کو تسلیم نہ کرنے والے مذاہب کا تذکرہ بھی آیا ہے جس میں یہود، نصاریٰ کا ذکر ہے ان کی تردید بھی کی گئی ہے لیکن یہاں انہوں نے حوالے کے لیے بنیادی مآخذ کا التزام نہیں کیا بلکہ تفسیر کبیر (امام رازی) اور مناہل العرفان (امام زرقانی) سے عبارتیں نقل کر دی ہیں۔ اس کے بعد نسخ کے متعلق غلام احمد پرویز کے افکار کو بحوالہ نقل کر کے ان کا تفصیل سے رد کیا ہے۔

اسباب نزول کا مفصل بیان، قرآن مجید کے یکبارگی نازل نہ ہونے کی حکمتیں، پہلی نازل ہونے والی سورتیں، مکی اور مدنی سورتوں کا تذکرہ، جمع قرآن عہد نبوی، عہد صدیقی اور عہد عثمانی میں، قرآن مجید کے غیر محرف ہونے پر شیعہ مکتب فکر کے حوالے دیے گئے ہیں اس کا پس منظر شاید یہ ہے کہ شیعہ مکتب فکر کے بعض حلقوں میں تحریف قرآن کا نظریہ پایا جاتا ہے۔

قراآت سبعہ، آیات، سورتوں اور حروف کی تعداد جمع قرآن پر مستشرقین کے اعتراضات و جوابات، نقطے اور اعراب لگانے کی تحقیق، رموز او قاف کی تاریخ و تحقیق، مضامین قرآن کا مختصر خاکہ بیان کرنے کے بعد تفسیر و تاویل کا فرق اور ان کے لغوی اصطلاحی معانی، جواز، فضائل، اعتراضات، طبقات مفسرین، مآخذ تفسیر پر روشنی ڈالی ہے۔ تفصیلات حسب ضرورت کہیں مختصر اور کہیں مفصل ہو گئی ہیں۔ یہ مقدمہ اٹھاسی (۸۸) صفحات پر مشتمل ہے۔

جب کہ مولانا مودودی نے تفہیم القرآن کے دیباچہ میں تفسیر لکھنے کے داعیہ اور اسباب پر روشنی ڈالی ہے اور تفصیل سے بتایا ہے کہ وہ اپنی تفسیر میں کن خصوصیات کو اور کیوں پیش نظر رکھتے ہوئے تفسیر کریں گے۔ آپ نے وضاحت کی ہے کہ اس تفسیر سے وہی لوگ استفادہ کر سکیں گے جو قرآن کا پیغام سمجھنا چاہتے ہیں اور ان کا مقصد اس

روح کا سمجھنا ہے جو اس قرآن کریم سے اصل مقصود ہے، جو لوگ عربی زبان اور علوم دینیہ سے فراغت کے بعد قرآن کا گہرا تحقیقی مطالعہ کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ تفسیر کارآمد نہ ہوگی۔ اسی وجہ سے وہ تفسیر کے ایسے متعدد مباحث کو تشنہ چھوڑ دیں گے جو ان سے پہلے مفسرین نے بڑی شدومد کے ساتھ بیان کی ہیں۔ لہٰذا وہ ترجمہ تحت اللفظ کے بجائے آزاد ترجمانی کا طریقہ اختیار کریں گے یہاں انہوں نے تحریری اور تقریری اسلوب کا تکنیکی فرق بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جس کے متعدد دلائل دیے ہیں اور اپنی تفسیر میں اسباب نزول اور پس منظر بیان کرنے کا بھی وعدہ کیا ہے۔

دیباچہ کے بعد مقدمہ لکھا گیا ہے جس میں قرآن کریم کے طرز بیان کے بارے لوگوں کے شبہات کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں شبہے کو رفع کرنے کے لیے نزول قرآن مجید کے زمانے اور حالات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جب کہ ضمن میں تاریخ دعوت اور اس کا ارتقاء اور مکی مدنی کی سورتوں کا پس منظر، ترتیب قرآنی، تدوین قرآن، قراآت، حفاظت قرآن، عالم گیریت جیسے امور کی وضاحت کی ہے، اسی دوران شارع کی حیثیت فقہی مسائل کے اختلاف کے متعلق بھی وضاحتیں آگئی ہیں۔ انداز بیان یہاں خالص تبلیغی اور فکر انگیز ہے، عنوانات نہیں ہیں لیکن ہر موضوع الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ

ترجے کے متعلق دونوں حضرات نے مقدمے میں وعدہ کیا تھا کہ وہ لفظی ترجمہ نہیں کریں گے۔ دونوں تراجم میں یہ خوبی موجود ہے لیکن مولانا ابو الاعلی مودودی نے جو "آزاد ترجمانی" کا اظہار کیا تھا اس کی روشنی میں دونوں تراجم میں واضح فرق نظر آتا ہے۔ دونوں حضرات الفاظ کے مفہوم کی تعبیر / علامہ غلام رسول سعیدی بامحاورہ ترجمے میں جملوں کی قدرتی ساخت سے تجاوز نہیں کرتے اور جو جملہ جہاں ختم ہو رہا ہو وہیں مکمل کر کے اسے بامحاورہ بنا دیتے ہیں جب کہ مولانا ابو الاعلی مودودی جملوں کی قدرتی ساخت سے تجاوز کرتے ہوئے کئی جملوں کو اکٹھا کر دیتے ہیں۔ اس اختلاف کو ایسے اصولی اختلاف پر محمول کیا جاسکتا ہے جو شاید مترجمین کے پیش نظر نہیں تھا۔ اختلاف یہ کہ علامہ غلام رسول سعیدی جملے کو رموز اوقاف کی روشنی میں دیکھتے ہوئے ان کی پابندی کرتے ہیں جب کہ مولانا مودودی صرف آیت کی پابندی کرتے نظر آتے ہیں۔ ذیل میں آیت الکرسی کے دونوں ترجمے پیش خدمت ہیں:

علامہ غلام رسول سعیدی کا ترجمہ:

اللہ، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ زندہ (جاوید) ہے اور دوسروں کو قائم کرنے والا ہے، اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے (سب) اسی کی ملکیت ہے، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ میں شفاعت کرے، وہ جانتا ہے جو ان (لوگوں) کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اور اس کے علم میں سے وہ (لوگ) کسی چیز کو حاصل نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی (حکومت) آسمانوں اور زمینوں کو محیط ہے، اور ان کی حفاظت اس کو تھکاتی نہیں ہے اور وہی بہت بلند بڑی عظمت والا ہے۔ (1)

مولانا ابوالاعلی مودودی کا ترجمہ:

اللہ، وہ زندۂ جاوید ہستی، جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ نہ سوتا ہے اور نہ اسے اونگھ لگتی ہے۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے، اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ جو کچھ بندوں کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے، اس سے بھی وہ واقف ہے اور اس کی معلومات میں سے کوئی چیز ان کی گرفتِ ادراک میں نہیں آسکتی اِلاّ یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی ان کو دینا چاہے۔ اس کی حکومت آسمانوں اور زمینوں پر چھائی ہوئی ہے اور ان کی نگہبانی اس کے لیے کوئی تھکا دینے والا کام نہیں ہے۔ بس وہی ایک بزرگ و برتر ذات ہے۔ (2)

صرفی نحوی تقطیع سے قطع نظر یہاں " اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ " کے ترجمے کو علامہ غلام رسول سعیدی نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے جب کہ مولانا مودودی نے اسے ایک ہی جملہ بنایا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ مقدمے کی روشنی میں "آزاد ترجمانی" بھی ہو سکتی لیکن یہ بھی ممکن ہے اس معاملے میں مولانا مودودی (تفہیم کی غرض سے) رموز او قاف کی پابندی کو ضروری نہ سمجھتے ہوں۔ "لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ " کے ترجمے میں علامہ غلام رسول سعیدی کی ترتیبِ الفاظ اور مولانا مودودی کی ترتیب انزال صنف بلاغت کی غمازی کر رہی ہے۔

الفاظ، معانی اور تراکیب کی وضاحت

علامہ غلام رسول سعیدی جملوں کی وضاحت کرتے ہوئے کبھی تو الفاظ کے لغوی معانی بیان کرتے ہیں، کبھی الفاظ کا صرف مفہوم اور اس کی مراد بیان کر دیتے۔ اکثر مقامات پر الفاظ کا مفہوم مراد بیان کرتے ہوئے آپ ائمہ مفسرین کے حوالے نقل کرتے ہیں۔ جہاں بھی آیات کا سیٹ دیا گیا ہے وہاں اس میں شامل اکثر الفاظ و تراکیب کا حل بیان کرتے ہیں۔

جب کہ مولانا ابو الاعلی مودودی الفاظ و معانی سے تعرض نہیں کرتے، کہیں کہیں ضرورت پڑنے پر اگرچہ بیان کرتے بھی ہیں لیکن جہاں آیات کا سیٹ دیا گیا ہے وہاں صرف مفہوم کی وضاحت کرتے ہیں اور اگر اس کی وضاحت کے لیے کسی لفظ کا معنی بیان کرنے پڑے تو کرتے ہیں ورنہ اس کا بھی مفہوم بتا کر اپنے اصل مقصد کی طرف لوٹ آتے ہیں۔

اس کے حوالے کے لیے آیت الکرسی کی تفسیریں ملاحظہ کیجیے:

علامہ غلام رسول سعیدی "آیت الکرسی کے مفردات اور جملوں کی تشریح" میں لکھتے ہیں:

"اللہ: یہ اللہ تعالی کا اسم ذاتی ہے۔ اس کا معنی ہے وہ ذات جو واجب الوجود (قدیم بالذات) ہو، تمام صفات کمالیہ کی جامع ہو اور تمام نقائص سے بری ہو اور عبادت کی مستحق ہے۔

الحی: جو ہمیشہ سے از خود زندہ ہو، اپنی حیات میں کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو، اور ہمیشہ زندہ رہے، اور کبھی اس پر موت نہ آئے۔

القیوم جو از خود قائم ہو، دوسروں کا قائم کرنے والا ہو م جو تمام کائنات کو قائم رکھے ہوئے ہے اور ان کے نظام کی تدبیر فرماتا ہے۔ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ (الروم:25) اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔"

اس کے بعد کے تمام الفاظ کی لغوی تشریح بیان کرتے ہیں، عمومی مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے قرآنی آیات کے حوالوں سے مفہوم کو مؤید کرتے ہیں۔ "کرسی" کا ذکر آتا ہے تو اس کے مختلف معانی کے بارے مفسرین کے اقوال بیان کرتے ہیں۔ پھر "کرسی" کی حقیقت کے بارے حضرت عمرؓ حضرت ابو ذرؓ کی روایات بیان کرتے

ہیں۔ پھر اسی حقیقت کے بارے میں مفسرین کی آراء حوالوں کے ساتھ بیان کر کے کرسی کے مفہوم کی مکمل وضاحت کر کے آگے چلے جاتے ہیں۔([3])

جب کہ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی نے اس مقام پر ترجمے کے دوران سات حاشیے لکھے ہیں۔ پہلے حاشیے (۲۷۸) میں اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرتے ہوئے آیت الکرسی کے مفہوم کو سابقہ آیت سے مربوط کرتے ہیں۔ اس کے بعد بھی چار حاشیوں (۲۷۹-۲۸۲) میں الفاظ کے مفہوم کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کی قدرت، عظمت اور قوت کو بیان کرتے ہیں۔ البتہ چھٹے حاشیے (۲۸۳) میں "کرسی" کی مختصر سی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

"اصل میں لفظ "کرسی" استعمال ہوا ہے، جسے بالعموم حکومت واقتدار کے لیے استعارے کے طور پر بولا جاتا ہے۔ اردو زبان میں بھی اکثر کرسی کا لفظ بول کر حاکمانہ اختیارات مراد لیتے ہیں۔"([4])

آخری حاشیہ (۲۸۴) میں بھی مکمل طور پر ربط بیان کیا گیا ہے لیکن یہ ربط بین الآیات نہیں بلکہ ربط بین المضامین ہے۔ یہاں سے آگے دیگر آیات کی تفسیر شروع ہو گئی ہے۔

شانِ نزول یا پس منظر

شان نزول یا اسباب نزول بیان کرنے میں علامہ غلام رسول سعیدی کا انداز یہ ہے کہ وہ متعلقہ جگہ پر روایت کو بحوالہ ذکر کر دیتے ہیں۔ آپ اکثر اسباب نزول کا التزام کرتے ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہاں فقہی یا اختلافی مبحث پر زور دیا گیا ہے وہاں کہیں کہیں شان نزول چھوٹ بھی گیا ہے[5]۔ جب کہ مولانا مودودی سورت کے شروع میں پس منظر بیان کر دیتے ہیں اور اس وقت کے حالات بیان کر دیتے ہیں پھر اس کے بعد شان نزل کی روایتوں کو بھی بیان کرتے ہیں لیکن بعض مقامات پر یہ شان نزول چھوٹ گیا ہے۔([6]) بعض جگہ شان نزول متعدد بھی بیان کیے ہیں۔([7])

اسباب نزول بیان کرتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی کا طرز یہ ہے کہ وہ محض روایت کو نقل کر دیتے ہیں سیاق وسباق سے اس کا ربط کم بیان کرتے ہیں جب کہ مولانا مودودی اسباب نزول کے ساتھ سیاق وسباق اور پس منظر بھی بیان کرتے ہیں۔ اس کا اثر دونوں کے طرز آغاز پر بھی پڑا ہے لہٰذا مولانا مودودی سورت کے آغاز میں سورتوں کا پس منظر اور اس وقت کے حالات کے تناظر میں اس کو تطبیق دیتے ہیں اور دیگر مباحث کو نہیں چھیڑتے جب کہ علامہ غلام رسول سعیدی پہلے عنوانات کے تحت نام، وجہ تسمیہ، بعض سورتوں میں اہم مسائل کا اجمالی خاکہ بیان کر دیتے ہیں۔

اسلوب بیان

ترتیب مضامین:

علامہ غلام رسول سعیدی کا طرز یہ ہے کہ آپ پہلے سورت کا نمبر، مکی یا مدنی ہونے کی تصریح پھر آیات اور رکوع کی تعداد بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد سورت کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں۔ اگر متعدد نام ہوں تو انہیں بھی تفصیل کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد سورت کا سورت کے ساتھ ربط بھی بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد خلاصہ مضامین بیان کرتے ہیں جس میں سورت کے اہم مضامین کا خاکہ آجاتا ہے، اسی کے ضمن میں پس منظر بھی آجاتا ہے۔ یہ تمہید یا مقدمہ ہوتا ہے۔

تمہید کے بعد چند آیات کا ترجمہ کرتے ہیں، پھر سابقہ آیتوں کے ساتھ مناسبت بیان کر کے شان نزول بیان کرتے ہیں۔ پھر ایک ایک آیت یا آیت کے ایک حصے کا وہی ترجمہ کرتے ہیں جو وہ پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ پھر اس کے متعلقہ مباحث لے آتے ہیں، یہ مباحث اکثر و بیشتر عنوانات کے تحت بیان کیے جاتے ہیں۔ لیکن ان مباحث میں اول سے آکر تک ترقیم کا فقدان نظر آتا ہے، کسی بھی آیت کے ذیل میں کتنے ذیلی عنوانات ہیں اور کون سا کہاں ختم ہو رہا ہے ؟ یہ جاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ سرخی اور ذیلی سرخی کا بھی تصور نہیں ملتا، سرخیاں متن سے دو پوائنٹ ممتاز رکھی گئی ہیں لیکن شہ سرخی ذیلی سرخی کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ایک آیت کے بعد دوسری آیت کے آغاز کا پتہ نہیں چلتا کیوں کہ "اللہ تعالی کا ارشاد ہے" لکھ کر اسی سطر میں آیت کا ترجمہ لکھ دیا جاتا ہے درمیان میں کوئی فاصلہ یا علامت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے اسے ممتاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

جب کہ مولانا مودودی تفہیم القرآن میں پہلے نام کی وضاحت کرتے ہیں پھر مکی یا مدنی ہونے کی تصریح کرتے ہیں پھر شان نزول اور پس منظر بیان کرتے ہوئے سورت کا ربط سابقہ سورت سے بیان کرتے ہیں اور بعض سورتوں میں ان کے مضامین کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں پھر ترجمے کی طرف آتے ہیں۔ آپ کا طرز یہ ہے کہ صفحے کے اوپر آیات اور پھر آیت کے نیچے اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ درمیان میں فاصلہ رکھنے کے بعد نیچے تفسیر کی جگہ ہے۔ جس لفظ کی تفسیر مقصود ہو ترجمہ میں اس کے اوپر حاشیہ نمبر لگا دیتے ہیں اور نیچے اس کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔

عنوانات اور سرخیوں کا یہاں بھی فقدان ہے لیکن تبیان القرآن کی بہ نسبت یہاں اتنی پیچیدگی محسوس نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ کہ اول تو تفسیر یہاں حواشی کی صورت میں ہے اس لیے عنوانات کی ضرورت نہیں پڑتی اور جہاں تفسیر طویل ہو جاتی ہے وہاں آپ مسائل کو سلسلہ وار ذکر کرتے ہیں اور قوسین میں نمبر لکھ دیتے ہیں جس سے کسی حد تک سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔

اقتباسات اور حوالہ جات:

علامہ غلام رسول سعیدی اپنی تفسیر میں اقتباسات اور حوالہ جات کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ فقہی مسائل کی بحث میں ائمہ کے موقف بیان کرتے ہوئے تو اکثر کسی کتاب کا ہی حوالہ دیتے ہیں اور آگے دلائل دیتے ہوئے حدیث آ جائے تو اس کا بھی اصل حوالہ نقل کرتے ہیں۔ اگر کسی کتاب کے اقتباس میں کسی اور کتاب کا حوالہ آیا ہو تو اس کا حوالہ دے کر کر تدلیس کرنے کی بجائے اسی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں جس سے وہ اقتباس نقل کر رہے ہیں اور ایسے مقامات ان کی تفسیر میں کثرت سے موجود ہیں۔ آیات اور احادیث اور دیگر اقتباسات کے حوالے؛ صفحہ نمبر، جلد نمبر، مطبع و سن اشاعت وغیرہ مکمل ہیں لیکن مصنف کا نام کہیں نہیں ملتا، البتہ مصنفین معروف ہیں جس بنا پر دشواری پیش نہیں آتی۔

جب کہ مولانا مودودی حوالہ جات بہت کم ذکر کرتے ہیں۔ آیات کا حوالہ ذکر کریں تو اس کا نمبر لکھ دیتے ہیں لیکن احادیث کے حوالہ جات بہت کم بلکہ آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ کہیں قوسین میں صرف کتاب کا نام، کہیں کتاب اور مصنف کا نام، کہیں باب کا نام، کہیں صفحہ نمبر کہیں صرف ترجمہ بلا حوالہ، یہ چیز حوالہ تلاش کرتے ہوئے پیچیدگیوں کو جنم دیتی ہے۔ اگرچہ واقع میں احادیث کی تلاش میں اتنی مشکل نہیں پیش آتی کیوں کہ اکثر جن احادیث کو ذکر کیا گیا ہے وہ اہل علم میں معروف ہیں لیکن جب بات فقہی مسائل کی آتی ہے تو حوالہ جات تلاش کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

طرزِ تنقید:

تفاسیر کے تجزیے میں ایک اہم عنصر جو شامل ہونا چاہیے، یہ ہے کہ مفسر جب کسی مخالف کی تردید کرتا ہے یا کسی طبقے پر تنقید کرتا ہے اس کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟ بلاشبہ معاشرے کے مختلف طبقات پر تنقید تو خود قرآن میں بھی جا بجا موجود ہے لیکن یہ تنقید طعن و تشنیع پر مشتمل نہیں ہوتی۔ طعن و تشنیع تحقیق کی دنیا میں برداشت نہیں کی جاتی۔ یہی بات علامہ غلام رسول سعیدی نے بھی اپنے مقدمے میں بیان کی ہے۔ لیکن دوران تفسیر وہ اپنے تسلیم کردہ اصول سے انحراف کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔

مثال کے طور پر سورۃ النحل کی تفسیر میں آیت "والذین یدعون من دون اللہ" کے اس ترجمے پر، جو مولانا مودودی نے کیا ہے، گرفت کرتے ہیں اور کئی صفحات پر مشتمل تردید کے بعد ایک بحث کا اختتام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خوارج بدترین مخلوق ہیں، جو آیات کافروں کے متعلق نازل ہوتی ہیں ان کو وہ مؤمنین پر چسپاں کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب استتابۃ المرتدین باب (٦) قتل الخوارج)

اور سید ابو الاعلیٰ مودودی نے جو آیت بتوں کے متعلق نازل ہوئی ہے اس کو انبیاء، اولیاء، شہداء اور صالحین پر منطبق کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔"([8])

ایک اور جگہ رقم طراز ہیں:

"حیرت ہے کہ سید مودودی نے بتوں کو صالحین قرار دینے کے وفورِ شوق میں اساف اور نائلہ کا بھی ذکر کر دیا۔"([9])

مولانا مودودی اپنی تفسیر میں چوں کہ کسی طبقہ فکر کو متعین کر کے تنقید کا نشانہ نہیں بناتے اس لیے ان کے ہاں یہ عنصر کم ملتا ہے لیکن کہیں کہیں لہجے میں درشتی آ گئی ہے۔ ذیل کے اقتباسات دیکھیے:

"بعض لوگ خلافت کو محض حکومت و فرمانروائی اور غلبہ و تمکن کے معنی میں لے لیتے ہیں، پھر اس آیت سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جس کو بھی دنیا میں یہ چیز حاصل ہے وہ مؤمن اور صالح اور اللہ کے پسندیدہ دین کا پیرو اور بندگی حق پر عامل اور شرک سے مجتنب ہے، اور اس پر مزید ستم یہ ڈھاتے ہیں کہ اپنے نتیجے کو ٹھیک بٹھانے کے لیے ایمان،

اصلاح، دین حق عبادت الٰہی اور شرک، ہر چیز کا مفہوم بدل کر وہ کچھ بنا ڈالتے ہیں جو ان کے اس نظریے کے مطابق ہو۔ یہ قرآن کی بدترین معنوی تحریف ہے جو یہود و نصاریٰ کی تحریفات سے بھی بازی لے گئی ہے۔"[10]

"اس وعدے کو یہاں سے اٹھا کر بین الاقوامی چوراہے پر لے پہنچنا اور امریکہ سے لے کر روس تک جس کی کبریائی کا ڈنکا بھی دنیا میں بج رہا ہو اس کے حضور اسے نذر کر دینا جہالت کی طغیانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔"[11]

"یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں۔۔۔۔۔۔ لامحالہ اس آیت میں مراد وہ انبیاء، اولیاء، شہداء صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہی ہیں جن کو غالی معتقدین داتا، مشکل کشا، فریاد رس، غریب نواز، گنج بخش، اور نہ معلوم کیا کیا قرار دے کر اپنی حاجت روائی کے لیے پکارنا شروع کر دیتے ہیں۔"[12]

عام طور پر مولانا مودودی کا انداز بیان اس مقام پر سخت ہو جاتا ہے جہاں توحید اور شرک کے معاملات پر عصر حاضر کے حوالے سے تنقید کر رہے ہوتے ہیں۔ جب کہ علامہ غلام رسول سعیدی ایسے مقامات پر ہم عصروں کی تنقید کو برداشت نہیں کرتے اور کمال ضبط کے ساتھ ان کا جواب دیتے ہیں۔ جواب دینے میں جہاں تک گنجائش ہوتی ہے وہاں تک وہ مکمل حمایت کرتے ہیں اور جہاں شرک کا شائبہ ہونے لگتا ہے وہاں وہ ان اعمال سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ چیز ان کی تفسیر میں جابجا ملتی ہے۔ اسی وجہ سے اس مضمون میں تکرار بھی آ گیا ہے۔

یہ طرز بیان کہیں کہیں نظر آتا ہے ورنہ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو دونوں حضرات کی تفسیر میں سنجیدہ پن سے عبارت ہیں۔ حتی الامکان سنجیدہ اور باوقار طرز بیان اختیار کیا گیا ہے۔ البتہ مولانا مودودی کا انداز بیان داعیانہ جوش و خروش سے لبریز ہے اور علامہ غلام رسول سعیدی کا انداز معلمانہ اسلوب کا حامل ہے۔ مولانا مودودی اپنی توجہ پیغام قرآن پر ہی مرکوز رکھتے ہیں دیگر ابحاث سے اجتناب کرتے ہیں جب کہ علامہ غلام رسول سعیدی تمام ابحاث پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں چاہے وہ پیغام قرآن کے متعلق ہوں، فقہی مسائل کے متعلق ہوں یا مسلک بریلوی کے عقائد پر اعتراضات کے متعلق۔ آپ ان سب ابحاث کو مکمل طور پر حوالہ جات اور مستند اقتباسات کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔ مولانا مودودی کے طرز بیان میں تسلسل ہے جب کہ علامہ غلام سول سعیدی کے بیان میں تسلسل نہیں ہے۔

آیات احکام

مسئلہ بلوغ یتیم:

آیات احکام میں علامہ غلام رسول سعیدی کا طرز یہ ہے کہ وہ تمام تر تفصیل کو جمع کر دیتے ہیں۔ تمام متعلقہ مسائل کے ساتھ ساتھ ائمہ کے فقہی اختلاف کو ذکر کرتے ہیں اور جہاں ممکن ہو احناف کی رائے کی وجہ ترجیح بھی بیان کر دیتے ہیں۔ جب کہ مولانا مودودی ضروری مسائل ذکر کرتے ہیں اور ائمہ کے اختلاف سے تعرض نہیں کرتے بلکہ جہاں ضرورت ہو وہاں ائمہ کے مذاہب بیان کرتے ہیں۔ بعض مقامات پر سرسری طور پر ان ائمہ کی وکالت بھی کی ہے۔ مثلاً:

"دوسری شرط کے بارے میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ اگر سن بلوغ کو پہنچنے پر یتیم میں رشد پایا جائے یا نہ پایا جائے اس کا مال اس کے حوالہ کر دینا چاہیے۔ اور امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ مال حوالہ کیے جانے کے لیے بہر حال رشد کا پایا جانا ناگزیر۔ غالباً مؤخر الذکر حضرات کی رائے کے مطابق یہ بات زیادہ قرین صواب ہو گی کہ اس معاملہ میں قاضئ شرع سے رجوع کیا جائے۔"(13)

اس عبارت میں صاحبین اور امام شافعی کے قول کی جو توجیہ کی ہے اسے ان کے دعوی کی دلیل نہیں کہا جا سکتا بہتر ہو گا کہ اسے ائمہ کے احترام میں ان کی وکالت کہا جائے۔

اس آیت کے ذیل میں ایک مسئلہ بلوغ کا اور دوسرا مسئلہ رشد کا ہے۔ مولانا مودودی نے پہلے کا سرسری بیان کیا اور کہا کہ اس سلسلے میں تو فقہاءِ امت کا اتفاق ہے اور دوسرے مسئلہ کو تفصیل سے بتا کر اختلاف فقہاء بھی نقل کیا ہے۔ جب کہ علامہ غلام رسول سعیدی نے پہلے مسئلہ کی تفصیل بمع اختلاف بیان کی ہے اور دوسرے مسئلہ کو بالکل نہیں چھیڑا۔(14)

مسئلہ وراثت:

مولانا مودودی نے وراثت کے ان تمام حصص کو بیان کیا ہے جو قرآن کریم کی آیات میں وارد ہوئے ہیں لیکن اس کے علاوہ اضافی مباحث، اختلاف اقوال اور احادیث کو بیان نہیں کیا۔(15) جب کہ علامہ غلام رسول سعیدی نے

مسائل کو جمع کیا ہے۔ وہ ایک ایک حصہ کے متعلق تفصیلی گفتگو کرتے ہیں، احادیث سے تائید کرتے ہیں، جہاں ضرورت ہو وہاں اختلاف ائمہ بھی بیان کرتے ہیں۔ وراثت کی تقسیم میں پہلے اصحاب الفرائض ،ذوی الارحام، عصبات اصحاب الوصیہ وغیرہ کی ترتیب اور تفصیل بیان کی ہیں(16)جو کہ بہت ضروری ہیں لیکن یہ چیزیں تفہیم القرآن میں نظر نہیں آتیں۔

مسئلہ تقسیم خمس:

اس مقام پر علامہ غلام رسول سعیدی نے اپنے سابقہ طرز پر طویل گفتگو کی ہے۔ خمس کے مصارف عہد نبوی میں کیا تھے؟ عہد خلفائے راشدین میں کیا تھے؟ فقہاء اس میں کیا اختلاف کرتے ہیں؟ مالکیہ، حنابلہ، شوافع کا موقف بیان کرنے کے بعد آخر میں احناف کا موقف بیان کیا ہے پھر احادیث کی روشنی میں احناف کی تائید کرتے ہوئے دیگر فقاء کی تردید کی ہے۔(17)

جب کہ مولانا مودودی نے عہد نبوی میں حضور ﷺ کو خمس میں سے حصہ ملنے کی توجیہ بیان کی ہے اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد خمس کی تقسیم میں حصہ ذوی القربی میں اختلاف ذکر کیا ہے اور اس اختلاف میں بھی ابہام موجود ہے۔ لکھتے ہیں:

"لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ حضور کی وفات کے بعد ذوی القربی کا یہ حصہ کس کو پہنچتا ہے۔ ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ نبی ﷺ کے بعد یہ حصہ منسوخ ہو گیا۔ دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ حضور کے بعد یہ حصہ اس شخص کے اقرباء کو پہنچے گا جو حضور کی جگہ خلافت سر انجام دے۔ تیسرے گروہ کے نزدیک یہ حصہ خاندان نبوت کے فقراء میں تقسیم کیا جاتا رہے گا۔ جہاں تک میں تحقیق کر سکا ہوں خلفائے راشدین کے زمانہ میں اسی تیسری رائے پر عمل ہوتا تھا۔"18

مولانا مودودی نے ایک تو گروہوں کی تصریح نہیں کی کہ کون سا گروہ مراد ہے دوسرا فقہاء کے مذاہب بھی ملتبس ہو گئے ہیں۔ یہاں امام شافعی کا موقف ہے کہ یہ حصہ بنو ہاشم کے اقرباء کو ملے گا۔ احناف کا موقف ہے کہ یہ حصہ منسوخ ہے اور بنو ہاشم عام فقراء میں شامل ہوں گے البتہ انہیں مقدم رکھا جائے گا۔19 دوسرے گروہ کا تلاش

بسیار کے بعد بھی معلوم نہیں ہوسکا۔ مولانا مودودی نے اپنی جو تحقیق لکھی ہے اس کا حوالہ نہیں دیا گیا ورنہ خلفائے راشدین کے حوالے سے جو روایت معروف ہے وہ احناف کے حق میں جاتی ہے۔

نتائج بحث

1. دونوں حضرات کی تفاسیر اپنے اپنے مخاطبین کے حوالے سے انتہائی مفید اور کار آمد ہیں۔
2. استنادی لحاظ سے دونوں تفاسیر قابل اعتماد ہیں۔
3. حوالہ جات کے لحاظ سے تبیان القرآن فوقیت رکھتی ہے۔
4. اسلوب بیان اور تاثیر کے حوالے سے تفہیم القرآن فوقیت رکھتی ہے۔
5. تبیان القرآن میں تفسیر بالمنقول ہے جب تفہیم القرآن میں تفسیر بالرائے بھی کہیں کہیں موجود ہے۔
6. مولانا مودودی کا انداز داعیانہ نقطہ نظر سے ہے جب کہ مولانا غلام رسول سعیدی کا انداز تدریسی نقطہ نظر سے ہے۔ مولانا مودودی کے انداز بیان میں عام آدمی کے لیے کشش ہے جب کہ مولانا غلام رسول سعیدی کے بیان میں اہل علم، علماء وطلبہ کے لیے استفادے کا سامان ہے۔
7. اردو زبان میں جو تفاسیر لکھی جاچکی ہیں یا لکھی جارہی ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔ ایک تو تدریسی نقطہ نظر سے لکھی جانے والی تفاسیر ہیں اور دوسری قسم ان تفاسیر کی ہے جو اصلاحی اور تبلیغی نقطہ نظر سے لکھی جارہی ہیں۔ علامہ غلام رسول سعیدی کی تفسیر تدریسی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے جب کہ مولانا مودودی کی تفسیر تبلیغی نقطہ نظر کی حامل ہے۔ تبلیغی اسلوب کی حامل تفاسیر کے اسباب و عوامل اور ہوتے ہیں اور ان کے مقاصد بھی اور ہوتے ہیں جب کہ تدریسی اسلوب کی حامل تفاسیر کے اسباب و عوامل اور مقاصد کچھ اور ہوتے ہیں۔

حوالہ جات

[1]۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بک سٹال لاہور، طبع ثامن 2009ء، ج:1 ص:925

[2]۔ مودودی، سید ابوالاعلی، مولانا، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، س:ن، ج:1 ص:95-193

[3]۔ تبیان القرآن، ج:1 ص:28-927

[4]۔ تفہیم القرآن، ج:1 ص:195

[5]۔ دیکھیے: تفسیر "وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ" تبیان القرآن، ج:2 ص:554

[6]۔ دیکھیے: تفسیر "وَآتُوا الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ" تفہیم القرآن، ج:1 ص:20-319

[7]۔ دیکھیے: تفسیر "وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ" تفہیم القرآن، ج:1 ص:21-320

[8]۔ تبیان القرآن، ج:6 ص:385

[9]۔ تبیان القرآن، ج:6 ص:387

[10]۔ تفہیم القرآن، ج:3 ص:417

[11]۔ تفہیم القرآن، ج:3 ص:419

[12]۔ تفہیم القرآن، ج:2 ص:533

[13]۔ تفہیم القرآن، ج:1، ص:323

[14]۔ تبیان القرآن، ج:2 ص:582

[15]۔ تفہیم القرآن، ج:1 ص29-325

[16]۔ تبیان القرآن، ج:2، ص89-586

[17]۔ تبیان القرآن، ج:4 ص:43-639

[18]۔ تفہیم القرآن، ج:2 ص:146

[19]۔ کاسانی، ابو بکر بن مسعود، علاؤالدین، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1986ء۔ ج:7 ص:125